© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

نفاذِ شریعت ـــــ ایک جائزہ

تحریکِ پاکستان سے ہی شریعت کی عملداری کا نعرہ گو بڑا مقبول رہا ہے، لیکن ۵ رجولائی ۱۹۷۷ء کو برسرِ اقتدار آنے والی حکومت نے یہ نعرہ اس زور و شور سے لگایا کہ عوام کو یہ توقع ہونے لگی کہ "تحریکِ نظامِ مصطفٰے" میں دی جانے والی قربانیوں کا ثمرہ انہیں عنقریب اور اسی دورِ حکومت میں ملنے والا ہے ـــــ لیکن افسوس کہ اسلام کی عملداری کا خواب پھر بھی تشنۂ تکمیل ہی رہا، اور آٹھ سال تک مسلسل "اسلام، اسلام" کی رٹ لگائے جانے کے بعد بالآخر ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو جمہوریت کا تحفہ عوام کی خدمت میں کچھ اس خلوص سے پیش کر دیا گیا کہ اسلام کے وعدے بھی ایک بھولی بسری داستان ہو کر رہ گئے، اور سیاسی جوڑ توڑ، غیر ذمہ دارانہ سیاسی بیانات، گپ بازی اور "جتنے منہ اتنی باتیں" ہی ملک کا اہم مسئلہ قرار پایا ـــــ چنانچہ یہ ملک و قوم کی خوش بختی ہوگی، اگر آئندہ انتخابات تک یہ فیصلہ ہو جائے کہ مسلم لیگ اصلی کون سی ہے اور نقلی کونسی؟ ـــــ اور یہ بھی اسی دورِ جمہوریت کا لازمہ ہے کہ ایک طرف حکومت نے اپنے گزشتہ ساڑھے آٹھ سالہ دور میں نفاذِ شریعت کی کوششوں کے جائزہ پر وائٹ پیپر شائع کرنے کا اعلان کیا ہے، تو دوسری طرف ایم۔آر۔ڈی اسی مسئلہ پر بلیک پیپر شائع کرنے کی تیاریاں کر رہی ہے!

شریعت کی عملداری کے سلسلہ میں گزشتہ آٹھ، ساڑھے آٹھ سالہ مساعی پر ہمارا بے لاگ تبصرہ یہ ہے کہ شریعت کتاب و سنت سے عبارت ہے، اور اس کی عملداری کے لیے وہ لوگ کلیدی حیثیت رکھتے ہیں، جو کتاب و سنت اور اس کے متعلقہ علوم پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی زندگیاں صرف کر چکے ہیں ــــــ ماضی قریب میں نفاذِ شریعت کا نعرہ بلاشبہ گزشتہ تمام حکومتوں کے نعروں کی نسبت زیادہ زوردار تھا، لیکن انداز یہاں بھی وہی اختیار کیا گیا جو سابقہ تمام حکومتوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ یعنی علماء کو اس سلسلہ میں نہ صرف کلیدی حیثیت نہ دی جائے، بلکہ جملہ خرابیوں کا ذمہ دار بھی علماء ہی کو سمجھا جائے ــــــ ہاں البتہ جب میں اور اب میں فرق یہ تھا کہ علماء کو مطمئن کرنے کی خاطر، انہیں بے اثر مجلسوں اور اداروں میں بے حیثیت نمائندگی ضرور دی گئی، دعوتوں اور دعوت ناموں کی ہنگامہ آرائی بھی رہی اور علماء کے ٹی۔ اے، ڈی۔ اے کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا۔ لیکن یہ ہاتھی کے دانت تھے جو دکھانے کے اور، کھانے کے اور تھے ــــــ نام دین کا لیا گیا، بنیاد وہی لادینیت تھی ــــــ اسلام اور علماء اسلام کے نام کا ڈھنڈورا ضرور پیٹا گیا، لیکن نہ تو اس سے اسلام کا کچھ بھلا ہوا اور نہ ہی علمائے اسلام سے صحیح راہنمائی کی توفیق حکومت کو میسّر ہو سکی ــــــ جبکہ عملاً اس سلسلہ میں تمام تر انحصار ایسے لوگوں پر کیا گیا جو کتاب و سنّت کی ابجد سے بھی واقف نہ تھے۔

ــــــ کیا یہ بات سوچنے کی نہیں کہ قرآنِ مجید اور کتبِ حدیث سب کی سب عربی زبان میں ہیں۔ اور جو لوگ عربی زبان ہی سے ناواقف ہیں، وہ کتاب و سنّت کو کیونکر سمجھیں گے اور اسلام کا وہ کیا بھلا سوچ سکیں گے؟ ــــــ فرقہ بندی بلاشبہ ایک بڑی لعنت ہے۔ اور ملکِ عزیز میں اسلام کی عملداری کے سلسلہ میں اس کے منفی اثرات سے صرفِ نظر کرنا مشکل ہے۔ لیکن تفصیلات سے ہٹ کر اگر دیکھا جائے، تو اس ملک میں دو ہی طبقے ہیں۔ ایک وہ جو نفاذِ شریعت چاہتا ہے، اور دوسرا وہ جو نفاذِ شریعت نہیں چاہتا ــــــ علومِ شریعت کے امین تو علماء ہیں، جو جیسے کچھ بھی ہیں، اپنے اختلافات کے باوجود اس بات پر بہرحال متفق ہیں کہ یہاں اسلام ضرور آنا چاہیئے۔ اور اس کا ثبوت مختلف مکاتبِ فکر کے ۳۱ علماء کے ۲۲ نکات بھی ہیں، جن پر وہ سب کے سب متفق ہیں ــــــ لیکن ستم تو یہی ہے کہ نفاذِ شریعت کے لیے علمائے شریعت ہی کو کلیدی حیثیت نہیں دی جاتی، بلکہ ان سے ہٹ کر یہ کام ان لوگوں کے سپرد ہوتا ہے، جنہیں نفاذِ شریعت سے کچھ دلچسپی ہے اور نہ علومِ شریعت سے کچھ غرض۔ حتیٰ کہ علماء کو وہ برداشت کر ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ صدر صاحب نے جب شریعت کورٹ بنانے کا فیصلہ کیا تھا اور اس میں علماء کو رکھنا چاہا، تو جج صاحبان نے اس بات سے انکار کر دیا کہ ہم لوگ جو اتنی مدت تک قانون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑھتے رہے ہیں، اپنے مقابل کسی مولوی کو دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اسلام کی راہ میں اصل رکاوٹ علماء نہیں، بلکہ اس راہ میں بری طرح حائل وہ لوگ ہیں جو ایک تو خود علم دین سے بے بہرہ ہیں، دوسرے علمائے دین کی راہنمائی انہیں گوارا نہیں — اور نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں چونکہ تمام تر انحصار ایسے ہی لوگوں پر رہا، یہی وجہ ہے کہ اس کی حیثیت نعروں اور بلند بانگ دعووں کی حد تک قابلِ اطمینان ہو تو ہو، عملاً اس کے نتائج صفر ہی رہے!

اب ہم فرداً فرداً چند ایسے اقدامات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں جو اسلام کی علمبردار حکومت نے وقتاً فوقتاً نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں کئے — سب سے پہلے **قانون** کو لیجئے، جو کسی بھی نظام کے پنپنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے — یکم جنوری ۱۹۷۸ء کو اعلان ہوا کہ اس ملک میں کتاب و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں رہے گا۔ لیکن "اسلام پسندوں" کی نظر میں اس اعلان پر عملدرآمد جبھی ممکن تھا، جب آئین میں ترمیم کی جاتی۔ کیونکہ موجودہ آئین کے آرٹیکل نمبر اے/۲۲۷ میں جہاں یہ بات درج ہے کہ:

"اس ملک میں تمام قوانین کو احکامِ اسلام، قرآن و سنت میں مندرجہ احکام کے مطابق کر دیا جائے گا۔ اور کوئی قانون ایسا نہیں بنایا جائے گا جو ان احکام کے منافی ہو"

وہیں ایک شق یہ بھی موجود ہے کہ مندرجہ بالا الفاظ کا کوئی اثر نہ ہو گا، سوائے ایک خاص طریقہ کے — اور وہ خاص طریقہ یہ ہے کہ سات سال میں نظریاتی کونسل ایک رپورٹ پیش کرے گی اور اس رپورٹ پر پارلیمنٹ جو چاہے گی قانون بنائے گی (یعنی نہ رپورٹ کی پابندی رہی اور نہ کتاب و سنت کی) — اب ظاہر ہے اس اعلان پر عملدرآمد کے لیے آئین میں ترمیم ناگزیر تھی۔ چنانچہ محکمہ قانون نے ایک ترمیم تیار کی اور نظریاتی کونسل نے بھی ایک ترمیم تیار کر لی۔ اور اگر یہ ترمیم نافذ ہو جاتی تو ممکن تھا کہ اس ملک کے قانون میں اسلام کی مؤثر حیثیت ہوتی۔ لیکن اس ترمیم کے نفاذ سے بیشتر ہی صدر صاحب نے مشیر مقرر کر دیئے۔ اور صدر صاحب کو مشورہ یہ ملا کہ اعلان ہی غلط کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس کو بھول جانا چاہیئے۔ چنانچہ اس کو یکسر فراموش کر دیا گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی سلسلہ کا دوسرا اور خوشگوار پہلو شریعت کورٹ آرڈیننس تھا۔ لیکن عملی میدان میں اس کا بھی حشر یوں ہُوا کہ دستور کو اس کے دائرۂ کار سے مستثنٰی کر دیا گیا، ضابطۂ قانون بھی اس سے خارج قرار پایا —— عائلی قوانین بھی مستثنٰی ہوئے اور مالیاتی قوانین بھی اس میں بار نہ پا سکے —— پھر شرعی عدالت کے معزز ارکان وہ لوگ تھے کہ علومِ قرآن اور علومِ حدیث میں ان کی بصیرت تو کجا، وہ کتاب و سنت سے متعلقہ مباحث کو سمجھنے سے بھی قاصر تھے۔ اندریں صورت ان سے توقع یہ کی جاتی رہی کہ ان کا بنایا ہُوا کوئی قانون بھی کتاب و سنت کے منافی نہ ہوگا۔ جبکہ بنیادی دستور اور اہم قوانین ان کے دائرۂ کار سے ویسے ہی خارج قرار دیئے جا چکے تھے۔

—— یہی حال اسلامی نظریاتی کونسل کا ہُوا۔ اس کی تشکیل تو بلاشبہ ہوئی، لیکن عملاً اس کی بھی کوئی حیثیت نہ تھی کہ اس کا کام صرف مشورے دینا تھا، کوئی چاہے تو مشورہ لے، چاہے تو نہ لے —— یہ صرف سفارشیں ہی کر سکتی تھی۔ چنانچہ اوّلاً تو سفارشیں دھری کی دھری رہ گئیں، اور اگر ان سفارشات پر قانون سازی ہوئی بھی تو ان کی شکل ہی بگڑ کر رہ گئی!

نظامِ تعلیم کو لیجیئے، تو یہ آج تک وہی لارڈ میکالے کا نظامِ تعلیم ہے۔ جو کلرک تو پیدا کر سکتا ہے، لیکن اس تعلیم کی بدولت ایک طالبِ علم کو اپنے مقصودِ حیات کے مطابق تربیت اور ترقی بھی حاصل ہو جائے، ظاہر ہے اس سے اس کو کوئی واسطہ ہی نہیں ہے —— اسلام کی علمبردار حکومت نے ایک بڑا کرم یہ کیا کہ دینی مدارس کی سند کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔ جو یقیناً ایک اچھا اقدام تھا، لیکن اب اس کا کیا کیا جائے کہ جو ادارے اس سند کی بنیاد پر اس کے حاملین کو سرکاری ملازمت میں لے سکتے تھے، یعنی پبلک سروس کمیشن (PUBLIC SERVICE COMMISSION) وغیرہ، وہ آج تک اس سند کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ چنانچہ ان سند یافتگان کو سرکاری ملازمت مل ہی نہیں سکتی۔ اور یوں اس اعلان کی حیثیت ایک کاغذی کارروائی ہی کی رہی۔

اس اعلان کے مطابق، یونیورسٹیوں تک اسلامی تعلیم کے فارغ التحصیل حضرات کی رسائی کے دو ہی راستے تھے —— اعلٰی ریسرچ، اور یا بحیثیتِ استاد تقرری، لیکن کسی یونیورسٹی کی اکیڈیمک کونسل نے ابھی تک اس کی منظوری نہیں دی۔ نتیجہ یہ کہ نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو اعلیٰ تحقیق کے لیے رجسٹریشن ہو سکی اور نہ ہی علماء کا عصری یونیورسٹیوں میں بحیثیت استاد تقرر عمل میں آیا ہے۔

نظامِ تعلیم کے سلسلہ میں اس حکومت کا دوسرا بڑا کارنامہ اسلام آباد یونیورسٹی کا قیام ہے، لیکن اس کے بارے میں ابھی یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ وہ اسلام کی کیا خدمت کر سکتی ہے؟ —— ایک بات بہر حال طے ہے کہ جب تک علماء کی ایک معقول تعداد کو انتظامیہ اور مدرسین کی صفوں میں جگہ نہیں ملتی، ایسی کسی بھی یونیورسٹی کے قیام سے خاطر خواہ نتائج کا حاصل ہونا امرِ محال ہے۔ کیونکہ علمِ دین اور عربی زبان سے واقف بھی علماء ہیں —— ورنہ اس سے قبل مرحوم صدر ایوب کے دور میں بھی بہاولپور میں ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا تھا، جو آج صرف نام کی یونیورسٹی ہے، اور اسلام کا کوئی بھی کام آج تک اس میں نہیں ہو سکا!

اب آیئے ذرائع ابلاغ کی طرف، سو ان کا حال بھی "آغاز تو بسم اللہ، انجام خدا جانے" سے عبارت رہا ہے —— ریڈیو سے اذان بلاشبہ سنائی دیتی رہی، "نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ" کے غلغلے بھی بلند ہوتے رہے، لیکن ان ذرائع ابلاغ کا فساد آج بھی پہلے کی طرح موجود ہے —— اسلامی پروگرام اولاً تو بہت کم ہوتے ہیں، ثانیاً ان پروگراموں پر بھی عموماً وہ لوگ حاوی ہیں جو "پڑھے نہ لکھے، نام محمد فاضل" کا مصداق ہیں —— اور یا پھر وہ لوگ کہ جو اسلام کی حقیقی فکر کے داعی نہیں، بلکہ جن کا دینِ اسلام من گھڑت اور خلافِ اسلام رسومات سے عبارت ہے —— پھر یہ بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ صبح صبح تلاوتِ قرآن پاک، وقفے وقفے سے اذان کی صدائیں، لیکن درمیان میں اکثر و بیشتر فلمی گانے، فلمیں اور ڈرامے، شاید یہ "ارکانِ صلوٰۃ" ہیں یا صبحدم تلاوت کی جانے والی آیاتِ کریمہ کا "ترجمہ" اور ان کی "تفسیر و تعبیر"! ——

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

اخبارات میں بے حیا تصویروں کی بھرمار اور بے شرم خبروں کی اشاعت کہ "فلاں ملک کی فلاں شہزادی یا ایکٹرس صاحبہ امید سے ہیں" —— یہ سب اسی اسلامی حکومت کے دور میں، ذرائع ابلاغ کا قبلہ درست کرنے کے ناقابلِ فراموش کارنامے ہیں —— اور اگر ان بیہودگیوں کے خلاف کوئی آواز کہیں سے بلند ہوئی، تو اخبارات ہی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذریعے ایسے ایسے "دانشور" معرضِ وجود میں آتے رہے، جو اسلام ہی کے نام پر سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ـــــ الحاد کو دین اور دین کو استہزاء ـــــ بے حیائی اور بے غیرتی کو شرافت اور شرافت کو دقیانوسیت ثابت کرنے میں یدِطولیٰ رکھتے تھے ـــــ مزید برآں قانونِ شہادت، مسودۂ قصاص و دیت، اور اسلامی نظامِ عفت و عصمت پر اخبارات ہی میں وہ وہ شگوفے چھوڑے جاتے رہے کہ کتاب و سنت پر آج تک یہ ستم کبھی نہ ڈھایا گیا ہوگا ـــــ اور یہ بھی اسی اسلامی حکومت کی اسلامی خدمات ہیں کہ اس نے آج تک کسی سے یہ نہ پوچھا کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں؟

۶۔ عدلیہ کو لیجیے، اعلان ہوا کہ قاضی کورٹس کا قیام عمل میں لایا جائے گا، لیکن اب اس اعلان کی صدائے بازگشت بھی سنائی نہیں دیتی ـــــ نفاذِ حدود کا وعدہ ہوا، لیکن "وہ وعدہ کیا جو وفا ہوگیا؟" ـــــ چنانچہ تھوڑی بہت پیش رفت جو اس سلسلہ میں ہوئی، وہ وحی کی روشنی میں دیکھنے کی بجائے وضعی قانون کے بنیادی تصور، یعنی شریعت کے حقیقی اور مکمل نفاذ کی بجائے، اس کے بتدریج (BY PARTS) نفاذ پر مبنی تھی ـــــ حدود آرڈیننس کے سلسلہ میں علماء کو تو درخورِ اعتناء ہی نہ جانا گیا، اور جن لوگوں کے سپرد یہ کام تھا، وہ اولاً کتاب و سنت کی تعلیمات سے ناآشنا تھے۔ ثانیاً فرنگی قانونِ ضابطہ کی وجہ سے ان حدود کا نفاذ ایک بے معنی چیز تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خالی نعرہ باقی رہ گیا ـــــ چنانچہ آج تک ایک بھی شرعی حد کا نفاذ عمل میں نہیں آسکا، جبکہ جرائم اپنی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں!

نظامِ زکوٰۃ و عشر کے نفاذ کا خوشگوار پہلو یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول بھی ہو رہی ہے اور تقسیم بھی ہو رہی ہے، لیکن دو انتہائی غلط باتوں پر اس کی بنیاد رکھ دی گئی ہے:

۱۔ فرقہ واریت، کہ شیعہ حضرات اس سے مستثنیٰ ہوگئے، جس کا دردناک پہلو یہ ہے کہ بیشمار لوگ زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی سے بچنے کے لیے شیعہ نہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر رہے ہیں، جس سے دینِ اسلام پر دوہری زد پڑتی ہے۔

۲۔ نظامِ زکوٰۃ کا تمام تر انحصار بینکوں میں موجود دولت پر ہے، جو سودی کاروبار کرتے ہیں۔ یوں خبیث اور طیب کو باہم خلط ملط کر کے رکھ دیا گیا ہے ـــــ اس سے زکوٰۃ جیسا پاکیزہ امر سود کا ایک حصہ بن کر رہ گیا ہے۔ کیونکہ عموماً زکوٰۃ سود ہی میں سے کاٹی جاتی ہے!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظامِ صلاۃ نافذ ضرور ہوا، مگر مساجد بدستور بے رونق ہیں۔ اور شاید ہی کوئی بے نماز اس نظام کی بدولت نمازی بنا ہو ــــ اب تو ناظمین صلوٰۃ بھی غائب ہو گئے ہیں، اس کے باوجود نشری تقریروں کی حد تک اسلامی حکومت کی اسلامی خدمات میں نظامِ صلوٰۃ اور نظامِ زکوٰۃ و عشر کارہائے نمایاں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

معاشی نظام کو لیجئے، اعلان ہوا کہ بینکنگ سسٹم کو اسلامی معاشی نظام میں بدل دیا جائے گا ــــ مختلف اصطلاحات وضع ہوئیں مگر جب بھی تجزیہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ سبھی سُود کو چھپانے کی ناکام کوششیں ہیں اور اصل خرابی جوں کی توں موجود ہے ــــ یہ موضوع چونکہ تفصیل کا متقاضی ہے، لہٰذا اس پر مفصل گفتگو تو کسی آئندہ اشاعت میں ہوگی (ان شاء اللہ!) ــــ فی الحال صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ عملاً پورے معاشی نظام میں بیع اور شراکت کا تصور، جو منافع کے پیشگی عدم تعین اور تناسب پر مبنی ہے، مفقود ہے!

سماجی نظام میں اسلامی حکومت کی خدمات یہ ہیں کہ رشوت کی گرم بازاری کا اعتراف تو خود حکومت کو بھی ہے، علاوہ ازیں ملاوٹ، کاروبار میں دھوکا، بدعنوانی، چور بازاری، بے حیائی، عریانی، غنڈہ گردی اور اس کے نتیجے میں تمام تر سماجی جرائم بدستور یوں موجود ہیں کہ "یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں!" ــــ لاقانونیت کے اعتبار سے اگر یہ کہا جائے کہ گزشتہ آٹھ سالہ دور اس سلسلہ کے "زرّیں دور" کی حیثیت رکھتا ہے تو بے جا نہ ہوگا!

الغرض، نفاذِ اسلام کی ہنگامہ آرائی نعروں اور اعلانات و بیانات کی حد تک خوب خوب رہی، لیکن عملاً یہ کہیں بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اور جو تھوڑی بہت پیش رفت ہوئی بھی، وہ درحقیقت "لادینی بنیادوں پر مبنی تھی، جبکہ بظاہر غلط رسومات کے تصور پر! ــــ یعنی ع ...

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی!

بظاہر نعرہ یہ لگا کہ ہم فرقہ بندی سے بچنا چاہتے ہیں، اور علماء کو بھی اس لیے اہمیت نہ دی گئی کہ وہ فرقہ بندی کے قائل ہیں، لیکن عملاً جو اسلام قبول کیا وہ یا تو سیکولر اسلام تھا اور یا اس فرقے کا اسلام، جس کا اسلامی شریعت اور اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں، ہاں مگر اس کا تمام تر تعلق بدعی رسومات سے ہے! چنانچہ نفاذِ شریعت کی مساعی اور ان کے ماحصل پر مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

ـــــ ہاں مگر اس ساری صورتِ حال کا ایک خوشگوار پہلو یہ تھا کہ اس دورِ حکومت میں اسلام پسندوں کو خطرات لاحق نہ ہوئے!

نفاذِ شریعت کا اصل کام وحی الٰہی کو واحد اور مکمل دستور تسلیم کرنے سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ وحی صرف اور صرف کتاب و سنت ہیں ـــــ اس کے علاوہ مروجہ قوانین میں جو باتیں کتاب و سنت کے منافی نہیں، ان کی حیثیت قواعد و ضوابط (RULES AND RAGULATIONS) کی ہو سکتی ہے ـــــ کتاب و سنت کو دستور تسلیم کرتے ہوئے، اس کو جملہ کوششوں کا محور اور راہنما بنا کر آگے بڑھنے سے نہ صرف فرقہ بندی کے فتنوں سے بچا جا سکتا ہے، بلکہ حقیقی اسلام کی ضمانت بھی اسی سے فراہم ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی چند بنیادی تجاویز حسب ذیل ہیں، جبکہ مزید گفتگو ان شاء اللہ پھر ہوگی:

۱۔ قرآنِ مجید کے واحد دستور ہونے کا اعلان کیا جائے۔ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآنِ مجید کی واحد اور متعین تعبیر سمجھا جائے۔

۲۔ کتاب و سنت کا علم چونکہ علماء کو حاصل ہے، اس لیے ضروری ہے کہ حکومتی مشینری کی کلیدی آسامیوں پر علماء کا تقرر کیا جائے۔ تاہم اس پابندی کے ساتھ کہ:

(ا) علماء کی یہ تقرری کتاب و سنت کی اطاعت سے مشروط ہو۔

(ب) فرقہ بندی سے اجتناب کے وہ قانونی طور پر پابند ہوں۔

۳۔ ملک کے جملہ اہم شعبوں (انتظامیہ، عدلیہ وغیرہ) سے ان تمام فرقوں کے پیروکاروں کو ہٹا دیا جائے جو شریعت کے قائل نہیں یا شریعت کو فقہ پر اہمیت نہیں دیتے۔ مثلاً باطنی فرقے، اسماعیلی، فاطمی، قادیانی، پرویزی اور وہ جو یا تو شریعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو امام غیب کے پاس سمجھتے ہیں، یا اپنی فقہ کو شریعت سے بالادستی دینے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

۴۔ دفاع میں ان لوگوں کو کسی بھی کلیدی پوسٹ پر نہ رکھا جائے جو اسلام میں جہاد کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں یا اسلام میں جہاد کا مقصد کسی مخصوص نسل کی برتری سمجھتے ہیں۔

۵۔ نظامِ تعلیم میں میکالے کا نظام یکسر ختم ہو۔ کیونکہ یہ غیر ملکی آقائی کو باقی رکھنے کے لیے ہے ——— اس کی بجائے روایتی نظامِ تعلیم میں کتاب و سنت کو محور بنا کر جملہ تہذیبی اور سائنسی مضامین کو کتاب و سنت کے خادم علوم کی حیثیت دی جائے۔

۶۔ ذرائع ابلاغ صرف اسلام کے فروغ اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف ہوں۔ اور لادین سیاست، غلط رسومات اور فرقہ واریت کی ترجمانی سے پاک ہو جائیں۔

یہ وہ اقدامات ہیں جن سے نفاذِ شریعت کی کارکردگی شمار ہو سکتی ہے، ورنہ سب کچھ بے بنیاد اور لاحاصل ہوگا ——— وما علینا الا البلغ!

(اکرام اللہ ساجد)

جن احباب کا سالانہ زرِ تعاون ختم ہو چکا ہوتا ہے، ان کو اس کی اطلاع بذریعہ خط یا بذریعہ مُہر "اس شمارے پر آپ کا چندہ ختم ہے" دے دی جاتی ہے ——— اس اطلاع کی وصولی کے بعد پندرہ یوم تک براہِ کرم اپنا زرِ سالانہ دفتر کے نام روانہ فرما دیں اور یا پھر آئندہ شمارہ بذریعہ وی پی وصول کرنے کے لیے تیار رہیں ——— شکریہ!

(مینیجر)

© rasailojaraid.com